ہندومت اور بدھ مت میں تصورِ آہنسا اور اسلام کا تصور عدم تشدد

The Concept of Ahinsa in Hinduism and Buddhism and the Concept of non-Violence in Islam

ڈاکٹر شاہد امین*

شاہ حسین**

ABSTRACT

Allah has created all human beings different in nature. He knows the origin of humans. In the present age, where there comes a discussion in the society about equality tolerance, love, and patience, some people, fearful due to the popularity of Islam, start propaganda against Islam. They are trying to declare Islam a terrorist religion, but their propaganda will never succeed. The moderate people who have studied Islam knew the reality of Islamic teachings. Here is a comparison of Hinduism and Buddhism with Islam. Though statistical teachings eminently look human-friendly, firstly these teachings are against human nature. Secondly, these teachings are not practicable. Thirdly, if these teachings bring forth into practice, human society will definitely come to a decline. If you become habitual of bearing cruelties, it will increase its severity which leads to the complete destruction of human society. In contrast, Islamic teachings offer a balanced and natural system, which leads to the establishment of a high-rated human society, it is also crystal clear that all the Islamic teachings are permanent and immortal. Therefore, the world will be an abode of peace and love in the real sense by adopting Islamic teachings.

KEYWORDS:

Tolerance, Propaganda, Cruelties, Human society Buddhism, Hinduism, Ahinsa

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مختلف طبائع کا مجموعہ بنایا ہے، وہی انسان کی اصلیت جانتا ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں انسانی معاشروں میں رواداری، برداشت، محبت اور صبر و تحمل کے حوالے سے بحث ہوتی رہی ہے، وہاں کچھ لوگ اسلام کی مقبولیت سے خائف ہو کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کرنے لگے اور اسلام کو ایک متشدد مذہب ثابت کرنے کی کوشش

* لیکچرار، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

** پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

کرنے لگے، لیکن اسلام کے خلاف ان کا یہ پروپیگنڈا بھی ناکام ہوگا، کیونکہ جن معتدل مزاج لوگوں نے اسلام کا مطالعہ کیا، ان پر اسلام کے روشن تعلیمات کی حقیقت عیاں ہوگئی۔ یہاں پر دنیا کے ہندومت اور بدھ مت کے اہنسا (عدم تشدد) کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ اہنسا کی تعلیمات ظاہری طور پر انسان دوست نظر آتی ہیں، لیکن ایک تو یہ تعلیمات انسانی فطرت کے خلاف ہیں، دوسرا ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں، تیسرا یہ کہ اگر اس چیز کو عملاً رائج کیا بھی جائے، تو انسانی معاشرے کو فائدے کی بجائے نقصان ملتا ہے۔ اگر آپ ظالم کا ہاتھ روکنے کے بجائے اپنے آپ کو ظلم سہنے کا عادی بنالے، تو ظلم اور بڑھے گا، جو بالآخر انسانی معاشرے کے مکمل تباہی پر منتج ہوگا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات ایک متوازن اور فطری نظام پیش کرتا ہے، جس پر عمل کرنے سے ایک اعلیٰ انسانی معاشرے کا قیام یقینی ہے۔ پھر یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کی پیش کردہ تمام تعلیمات اور ہدایات دائمی اور ابدی ہیں، اس لیے اسلامی تعلیمات کو اپنا کر دنیا کو حقیقی معنوں میں امن و محبت کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق رب کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات کے مقامِ اعلیٰ پر فائز کرنے کے بعد تمام دیگر مخلوقات کو انسان کا خدمت گزار بنایا۔ اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے اور عبادت کا نظام قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔"[1]

"کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے اللہ نے تمھارے کام میں لگا رکھا ہے"

اسی طرح فرمایا کہ انسانوں اور جنوں کو بھی اللہ نے اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔"[2]

"میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس کے پورے نظام کو پیدا کرنے کے بعد امانتِ امامت کی ذمہ داری سب کے سامنے پیش کر دی کہ کون اس کو نبھائے۔ زمین و آسمان اور پہاڑ جیسے مضبوط مخلوقات نے اس بارِ امامت کو اٹھانے سے معذرت کر لی، لیکن پانچ چھے فٹ کے انسان نے اس بار کو اٹھانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ قرآن حکیم میں اس واقعے کا ذکر ملتا ہے۔

"اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔"[3]

ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کا بوجھ اٹھالیا۔"

لہٰذا ایک ذمہ دار کی حیثیت سے وہ ان اشیا کا خیال رکھے گا اور ان کو ضائع نہیں کرے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ ان چیزوں کو معبودیت کے مقام پر فائز کر دے۔ ان اشیا سے ضرورت کے مطابق فائدہ اٹھایا جائے۔ خالقِ کائنات نے نہ صرف ان کی غذا کا انتظام فرمایا، بلکہ ساتھ ان چیزوں سے اچھے طریقے سے فائدہ اٹھانے کا حکم بھی دے دیا اور ان طریقوں سے منع فرمادیا جس میں ان مخلوقات کو تکلیف پہنچتا ہو۔

انسانوں کے درمیان ہر کام کو اعتدال سے کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور اپنے برگزیدہ بندے ان کے پاس کے پاس بھیجے، تاکہ ان کی تربیت کر سکے، انسانوں کے اندر جو فطری نور اللہ کریم نے پیدا کیا ہے ان کو مزید جِلا بخش دے۔ لیکن بعض اوقات جب اسے ہدایت نہیں ملتی تو وہ اپنے ذہن سے ایسے طریقے تراشتا رہتا ہے، کہ ان کے مشکلات میں مزید اضافے کا باعث ہوتا ہے، اور انسان کو منصب امامت سے گرا دیتی ہے۔ ان تمام سلسلوں میں شیطان کا بھی اہم کردار ہے، جو انسان کے انتہا پسندانہ رویوں کو مزید تقویت پہنچانے میں مددگار ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنے معاشرے میں خرابیوں کو دیکھ کر ان کی اتنی مخالفت شروع کر دیتا ہے کہ معتدل راستہ اختیار کرنے کی بجائے انتہائی اقدام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تاریخ پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات معاشرے کی تلخی اسے ایسا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مثلاً ماضی قریب میں جب سرمایہ دارانہ نظام نے انسانوں کے لیے جینا دوبھر کر دیا تو انہوں نے اشتراکیت کی شکل میں ایک انتہا پسندانہ رستہ اختیار کیا۔

ہندومت اور بدھ مت میں اہنسا کا عقیدہ:

ہندوستان میں جب ہندوؤں کے غلط رسومات اور چھوت چھات کے غیر انسانی رویوں سے لوگ تنگ آگئے تو کبھی بدھ مت اور کبھی جین مت میں پناہ ڈھونڈنے لگے، لیکن بالآخر اسلام ان کا نجات دہندہ ٹھہرا۔ قربانی کا تصور، دنیا کی اکثر قوموں میں موجود رہا ہے، اصل میں یہ تصور الہامی مذاہب ہی سے مشرکانہ مذاہب نے اخذ کیا تھا۔ ہابیل اور قابیل کے واقعے میں بھی ہم قربانی کا ایک سبق دیکھتے ہیں۔ ہندو مذہب نے بھی قربانی کا ایک تصور لیا۔ وہ مختلف جانوروں کو اور بعض جگہوں پر انسانوں کی قربانی کے بھی قائل تھے کہ اپنے دیوتاؤں کی خوشی کے لیے وہ ایسا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جین مت اور ان کی دیکھا دیکھی بدھ مت نے اپنے پیروکاروں کو عدم تشدد دیا جسے وہ آہمسا یا اہنسا کہتے ہیں، کا درس دیا کہ کسی بھی ذی روح کو تکلیف نہ دی جائے گی۔ چنانچہ ہندومت کے بڑوں نے بھی ان سے متاثر ہو کر یہ نظریہ اپنایا۔ حافظ محمد شارق لکھتے ہیں:

"ہندو مذہب پر پانچویں صدی قبل مسیح کی دو تحریکوں کا بہت اثر پڑا ہے، ایک جین مت اور دوسرا بدھ مت۔ بت پرستی کے علاوہ اہمسا یا اہنسا کا تصور بھی ہندوؤں نے ان مذہب کے پیروکاروں سے ہی سیکھا تھا۔ اہمسا کے لغوی معنی عدم تشدد ہے۔ ہندومت کے تمام فرقوں میں ان دونوں مذاہب سے قبل قربانی کی رسم رائج تھی، حتیٰ کہ بعض فرقوں کے نزدیک پرش میدھ یعنی انسانی قربانی بھی ثواب کا موجب تھی۔ لیکن ان مذاہب کے ظہور کے بعد لوگوں میں عدم تشدد کا فلسفہ رائج ہوا، لوگوں میں یہ تصور اس قدر طاری ہو چکا تھا کہ بلاضرورت کسی بھی جاندار کو مارنا ان کے نزدیک جائز نہیں تھا، اس تصور کی وجہ سے ہندو راہبوں نے اپنی زندگی انتہائی کٹھن کر دی تھی۔ وہ پانی نہیں ابال سکتے تھے کیونکہ اس سے اس میں موجود جراثیم ہلاک ہو جاتے۔ ہل نہیں چلا سکتے کہ اس سے حشرات الارض کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مچھر یا مکھی بھی ڈنگ مارے تو بھی کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ گوتم بدھ یا مہاویر نے گوشت خوری کے متعلق کوئی واضح ہدایات نہیں دی گئی تھی، لیکن غالباً ان مذاہب میں اس تصور کو تقویت فلسفہ ہمہ اوست کے سبب ملی، جب ہر شے میں خدا کو دیکھا جائے تو پھر اسے کیسے کسی قسم کا نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔"[4]

اہنسا کا عقیدہ سب سے پہلے جین مت کے تیر تھنکروں نے پیش کیا۔ اس کے بعد بدھ مت کے پیشواؤں نے بھی انہی تعلیمات کو اپنایا اور بدھ مت اس میں پلی پھولی۔ ان دو فرقوں کے اثرات سے ہندو متاثر ہو رہے تھے اور پھر اشوکا کے زمانے میں بدھ مت کی دعوت جس تیزی سے پھیل رہی تھی اس نے ہندو مذہبی لوگوں میں تشویش کی لہر دوڑا دی۔ قریب تھا کہ ان کی تعلیمات سے بہت سے لوگ بدھ مت اور جین مت میں شامل ہو جاتے۔ اس لیے ہندو مذہب کے کچھ بڑوں نے بھی اہنسا کے نظریے کو اپنے مذہب میں شامل کر لیا۔ یہاں پر بدھ مت کے اہنسا کا نظریے کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

"بدھ مت ایک اہنسائی مذہب ہے۔ اس میں ہر ذی روح شے کو معصوم قرار دیا گیا۔ اور انسان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کیڑے تک ہر جاندار کی عصمت اس معنی میں تسلیم کی گئی ہے کہ اس پر کسی حال میں تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ بدھ کے احکامِ عشرہ میں پہلا تاکیدی حکم یہ تھا کہ "کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو۔" کو بھکشو عمداً کسی جاندار شے کو اس کی زندگی سے محروم کرے، وہ اس قانون میں ناقابلِ عفو جرم کا مرتکب ہے۔ حد یہ ہے کہ وہ بھکشوؤں کو برسات کے تین مہینوں

میں گوشہ عزلت سے باہر نکلنے تک کی ممانعت کرتا ہے، تاکہ زمین پر چلنے سے حشرات الارض نہ کچلے جائیں۔"[5]

انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ بدھ اپنے پیروکاروں کو نہ صرف قتل وغارت گری سے منع کرتا ہے، بلکہ دوسرے لوگ بھی اگر قتل وغارت گری کرتے ہوں تو ان کا تماشا کرنے سے بھی منع کیا ہے، چنانچہ ان کی مذہبی کتاب پکتیہ دھما میں ۴۸ویں دفعہ میں لکھا ہے:

"جو بھکشو بلا کسی وجہ معقول کے ایک ایسی فوج کو دیکھنے جائے، جو جنگ کے لیے صف بستہ ہو تو وہ پکتیہ جرم کا مرتکب ہو گا۔"

اور دفعات ۴۹، ۵۰ کے الفاظ یہ ہیں:

"اگر اس بھکشو کے فوج کی طرف لے جانے کی کوئی معقول وجہ ہو تو وہ صرف دو یا تین راتوں تک وہاں ٹھہر سکتا ہے۔ اور وہ اس سے زیادہ ٹھہرے، تو یہ پکتیہ ہے۔"

"اور اگر وہ وہاں دو یا تین رات کے دورانِ قیام، میدانِ جنگ کی صف آرائی یا افواج کی سیہ شماری یا قوائے حرب کی صف بندی یا معائنہ کے موقع پر جائے، تو یہ بھی پکتیہ جرم ہے۔"[6]

اسلام کا نظریہ عدم تشدد اور اس کے خصائص و ممیزات

اب اسلامی تعلیمات میں عدم تشدد کے نظریے کی طرف آتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات اپنے معتدل نظامِ فکر کی طرح اس معاملے میں بھی افراط و تفریط سے بچنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام نہ تو بدھ مت، جین مت اور ہندومت کے مذہبی عقائد کی مانند ترکِ دنیا، ترکِ لذائذ کا درس دیتا ہے اور نہ ہی بالکل دنیا پرستی کا داعی ہے، بلکہ اس معاملے انسانی فطرت کا لحاظ رکھتا ہے۔ اسی طرح نہ تو مجرد زندگی کا قائل ہے اور نہ ہی نفس پرستی چاہتا ہے۔ اسی طرح اسلام، دینِ امن ہے، امن و آشتی اس دین کا مقصود ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امن کو قائم رکھنے کے لیے اور پر امن لوگوں کو چھیڑنے والوں اور ان کے حقوق سلب کرنے والوں، غصب کرنے والوں کے ساتھ نپٹنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اسی طرح دفعِ شر کے لیے صبر، برداشت اور معافی کو بھی پسندیدہ قرار دیتا ہے۔ اسلامی نظامِ حیات اور اسلامی تہذیب و معاشرت کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے اور سب سے اہم پہلو جو ہم زندگی کے رخ پہ دیکھتے ہیں، وہ توحید ہے۔ توحید کی تکمیل تب ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ تو عبادت و بندگی میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور نہ ہی حکومت و بادشاہی میں کسی اور کا بنا ہوا قانون اور ضابطہ، قرآن و سنت کے مقابلے میں مانا جائے۔ یہی توحید ہر مرحلہ حیات میں نظر آتا ہے۔ اسلامی نظامِ حیات میں شرک اور بت پرستی کی کوئی گنجائش نہیں۔

دینِ اسلام نے ایمان کے بعد جو حقوق مقرر کیے ہیں، اس کے دو حصے ہیں، یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اور دیکھا جائے، تو حقوق العباد پر بہت روز دیا گیا ہے، کیونکہ حقوق اللہ تو اللہ تعالیٰ، جس کے لیے چاہے گا، بخش دے گا لیکن حقوق العباد کے لیے، عباد کو اپنا حق دینا یا ان سے اپنا حق معاف کرانا لازم قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس شخص کا جنازہ تک نہیں پڑھتے تھے، جن کے ذمے کسی کا حق یا قرض وغیرہ باقی رہتا۔ اسلام میں عدم تشدد کے لئے جن چیزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

1۔ عدم تشدد کے لئے اسلام میں برداشت کی ترغیب

جہاں تک اسلامی اصولِ حیات میں برداشت کے حوالے سے بات آتی ہے، اسلام اپنے پیروکاروں کو بات کرنے کا نہایت نرم انداز سکھاتا ہے، جب صرف گفتگو سکھانے کا یہ حال ہے، تو دیگر اصولِ حیات کی کیا حالت ہو گی۔ قرآن کریم میں ۹ مقامات پر صرف اندازِ گفتگو کا طریقہ سکھایا گیا ہے، مثلاً سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

- وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً [7] یعنی قول کریم یا عزت والی بات کی تلقین کی گئی ہے، عزت والی گفتگو کرنے سے دوسرے کے دل میں گھر کیا جا سکتا ہے۔
- قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً [8] یعنی درست بات کہنا۔ درست بات کہنے سے معاشرے میں امن قائم ہو جاتا ہے اور قائم رہتا ہے۔
- وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَعْرُوْفاً [9] یعنی بھلی بات کہا کرو۔ معروف وہ ہوتا ہے، جو انسانی فطرت کے ساتھ آشنائی رکھتا ہے۔
- قول طیب، مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً [10] پاک کلام ہی انسانی معاشرے گندگیوں سے پاک رکھتی ہے۔
- اسی طرح قولِ بلیغ (بامقصد بات) وَقُلْ لَّهُمْ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلاً بَلِيْغًا [11] ایسی گفتگو جو سننے والے کے دل و دماغ میں پوری طرح جذب ہو جائے۔ یا گفتگو میں مقصدیت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔
- وَقُوْلَا لَه قَوْلاً لَّيِّناً [12] قول لین (نہایت نرم بات)، نرم بات میں بڑا اثر ہوتا ہے، انسان کو اچھائی پر اکساتا ہے، جبکہ سخت لہجہ اسے مزید مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔
- وَقُلْ لَّهُمْ قَوْلاً مَّيْسُوْراً [13] قول میسور (آسانی کی بات)، آسان اور انسانی عقل کے مطابق بات کرنا انسان کو فطرتاً پسند ہوتا ہے۔
- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [14] قولِ صدق (سچی بات)، صداقت اور سچائی انسان میں اصل انسانیت کو اجاگر کرتا ہے۔

- اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً [15] قول سلام (دفع شر اور ایک دوسرے کو عافیت کی بات کہنا) جاہل لوگوں سے تخاطب اور گفتگو سے اکثر اوقات جھگڑے اور فساد پھیلتا ہے۔ اس لیے اس خراب عادت سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔

2۔اسلام میں عدم تشدد کے لئے رحم کرنے کی ترغیب

اسلام عبادات کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق ہی نہیں، جانوروں کے ساتھ بھی رحم کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ مفہومِ حدیث ہے کہ اپنی سواری یا چوپائے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال، اسی طرح ایک حدیث میں کہ ایک رقاصہ نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، جس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کر دی اور ایک عبادت گزار عورت کی اس وجہ سے پکڑ ہوئی کہ اس نے ایک بلی کو بند کر رکھا تھا، نہ خود اسے کچھ کھانے کو دیتی تھی، نہ چھوڑ رہی تھی کہ خود اپنے لیے کچھ تلاش کرتی، چنانچہ وہ بھوک پیاس سے مر گئی تھی۔ اسی طرح اسلام نے ہمیں کسی ایسے درندے کو بھی اذیت ناک طریقے مارنے کی ممانعت کر دی ہے، البتہ جن جانوروں سے خود انسان کو خطرہ ہو، تو انسانی جان کی زیادہ قدر ہونے کی وجہ سے اس ضرر رساں کو مارنے کی اجازت دی گی ہے۔ اسلام انسانی جان کو جتنا اہم سمجھتا ہے، اتنا کوئی مذہب اہم نہیں سمجھتا، ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ "اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا، جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔" یہی وجہ ہے کہ بعض مذاہب نے آہنسا کے نام سے ایک ایسا طرزِ حیات اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ جانوروں اور حشرات کی زندگی انسانی زندگی سے بڑھ کر اہم ہو جاتی ہے حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے، یہ سب چیزیں تو اس کے فائدے کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ انسان کو سادگی، عمدہ اخلاق، درگزر، بہادری اور ایسے اعلیٰ صفات سے متصف ہونا چاہیے۔

3۔اسلام میں عدم تشدد کے لئے بد اخلاقی کی مذمت

اسلام انفرادی کے ساتھ اجتماعی اخلاقیات پر زور دیتا ہے، کیونکہ اجتماعی اخلاقیات کی درستگی، اجتماعی خوشحالی کا باعث بنتا ہے۔ اسلام اگر ایک طرف نیکی، خوش اخلاقی اور ایسے ہی دیگر پسندیدہ کاموں کی طرف راغب کرتا ہے، وہاں ان عادات کا رستہ بھی روکتا ہے، جو بد اخلاقی یا معاشرے کی خرابی کی وجہ بنتا ہے مثلاً جھوٹ، چغلی، غیبت وغیرہ رسول کریم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے:

"اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت خصلة من النفاق حتیٰ یدعها، اذأتمن خان، واذا حدث کذب، واذا وعد اخلف، واذا خاصم فجر۔" [16]

"چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی، وہ پکا منافق ہو گا اور جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو گی تو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہو گی یہاں تک کہ اسے ترک کر دے، (وہ چار خصلتیں یہ ہیں): جب اس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب کسی سے جھگڑا ہو جائے تو گالی پر اتر آئے۔"

4۔عدم تشدد کے لئے غصہ قابو کرنے کی اہمیت

غصہ ایک ناپسندیدہ عادت ہے، جس کی وجہ سے اکثر اوقات ایک انسان گہرے دوست گنوا دیتا ہے اور عموماً لوگ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے، چنانچہ ایسی ناپسندیدہ چیز کو قابو کرنے کے لیے اسلام ہمیں مختلف ہدایات دیتا ہے۔ قرآن و سنت ہماری تربیت کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ غصے پر قابو کرنے کے حوالے سے آقائے دو جہان ﷺ کا ارشادِ پاک ہے:

"قال رسول اللهﷺ ليس الشديد بالصرعة، انما الشديد الذى يملك نفسه عندالغضب۔" [17]

"طاقتور وہ شخص نہیں، جو کُشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے، بلکہ طاقتور تو در حقیقت وہ ہے، جو غصے کے موقع پر اپنے آپ کو قابو رکھتا ہے۔"

5۔عدم تشدد کے لئے اسلام میں معاف کرنے کی فضیلت

انسانی معاشرے میں بدلہ اور انتقام لینے کو ایک اہم اور ضروری امر خیال کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی طبعی رحمدلی کی بنیاد پر معافی کو پسند کرے، تو ایسے شخص کو عام طور پر ملامت کیا جاتا ہے۔ یہ کام اہلِ عرب میں بہت عام تھا۔ اسلام نے اس چیز کو ختم کر کے عدم تشدد کو حقیقی معنوں میں اپنایا، باقی اقوام و مذاہب میں پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعلیمات میں تو اہنسا کی دعوت دی جاتی ہے لیکن خود اس مذہب کے ماننے والوں میں یہ چیز بالکل نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی دعوت انسانی فطرت کے منافی ہے۔ فخر انسانیت ﷺ نے اس چیز کو اہلِ عرب کے اندر محض تعلیماتِ لسانی سے ختم نہیں کیا، بلکہ خود اس کا عملی نمونہ بنے، طاقت ہونے کے باوجود اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا، اپنی بیٹی اور چچا کے قاتلوں کو معاف کر دیا۔ پھر ان کی عظیم باتوں کا اہلِ عرب پر اثر کیونکر نہ ہوتا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے:

"عن ابى هريرةؓ قال، قال رسول الله ﷺ قال موسىٰ بن عمران عليه السلام يا رب من اعز عبادك عندك؟قال من اذاقدرغفر۔" [18]

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ جو انتقامی کاروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔"

6۔ تشدد کے خاتمے کے لئے محبت اور اخلاقیات کا درس دینا

اسلام امن و محبت کا پیغام ہونے کے ساتھ ساتھ امن و محبت کو نقصان پہنچانے والوں اور ایسے ہی ضرر رساں لوگوں کی حمایت و طرف داری کرنے سے بھی منع کرتا ہے۔ اسی طرح عصبیت اور نفرت کی بنیاد پر گروہ بندی کرنے کے فعل کو جاہلانہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے:

"فسيلة انها قالت سمعت ابى يقول: سالت رسول الله ﷺ فقلت، يا رسول الله امن العصبية ان يحب الرجل قومه؟ قال لا، ولٰكن من العصبية ان ينصر الرجل قومه علىٰ الظلم۔ "[19]

"حضرت فسیلہؒ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میں نے نبی مکرم ﷺ سے عصبیت کے متعلق پوچھا کہ کیا اپنے لوگوں سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ تو آقائے دوجہان ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملے میں اپنے قوم کا ساتھ دے۔"

چغلی، غیبت، بہتان، بدگمانی، ٹوہ لگانے اور الزام تراشی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۔ "[20]

"اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ زیادہ گمان کرنا گناہ ہے، اور ٹوہ نہ لگاؤ، اور نہ ہی تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے سخت ناپسند کرو گے، سو اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے ولا اور رحم کرنے والا ہے۔"

چغلی ایک نہایت قبیح عادت ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں تباہی کا ایک رستہ کھل جاتا ہے۔ اس قباحت کی روک تھام نہایت ضروری ہے ورنہ انسان انسان کا دشمن بن جائے گا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں کیا ہدایت دی ہے، دیکھیے:

"عن حذيفة :سمعت رسول الله ﷺ يقول، لايدخل الجنة نمام۔ "[21]

"حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔"

حسد جیسی برائی پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، اس حوالے سے اسلام کیا ہدایات دیتا ہے۔

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه ان النبی ﷺ قال: ایاکم والحسد، فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔" [22]

"اپنے کو حسد سے بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کرتا ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کر بھسم کر ڈالتی ہے۔"

عدم تشدد کو یہ لوگ جو نام دیتے ہیں، اسلام اس کے مقابلے میں وقار و سنجیدگی اور بردباری کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے ایک لیڈر کو مخاطب کر کے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اندر دو ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جو اللہ کو پسند ہے اور وہ ہیں بردباری اور سنجیدگی و وقار۔

"ان النبیﷺ قال لاشجِ عبدالقیس، "ان فیک لخصلتین یحبھما اللہ، الحلم، والاناۃ۔" [23]

سادگی کی ترغیب دینے کے لیے فرمایا کہ سادگی ایمان میں سے ہے۔ محبت کو معاشرے میں عام کرنے کے لیے سلام کو زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ، بلکہ اسے انسانی معاشرے میں محبت کا گُر قرار دیا گیا ہے۔ اسلام جس سادگی کی بات کرتا ہے، وہ انسانی فطرت سے قریب تر ہے۔

اسلام محض معافی ہی کو نہیں، بلکہ دوسرے کی غلطی کو بعض اوقات نظر انداز کرنے کی دعوت دیتا ہے، کیونکہ انسان کی کمزوریوں کو جگہ دے دینی چاہیے۔ معافی کے بارے میں قرآنِ پاک کی ہدایت ہے کہ

"وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا "[24]

"اور لازماً معافی و درگزر کیا کرو۔"

اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہدایات دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسلمان کی ستر پوشی کو حدیث کے مفہوم کے مطابق بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح صبر کو اسلام نے بہترین نیکی قرار دیا۔ تکالیف اور مصائب میں برداشت اور دلیری سے ان کا مقابلہ کرنے والوں کو اسلام بڑی قدر و منزلت کی نظر دیکھا جاتا ہے۔ صبر و شکر قرآن کریم میں مومنوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ "[25]

"اور صبر اور نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد و استعانت مانگو اور یہ کام سوائے خشوع کرنے والوں کے بڑا مشکل اور بھاری کام ہے۔"

اسی طرح ایک جگہ صابرین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ مشکل حالات میں کہتے ہیں:

"اَلَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ"[26]

"یہ ایسے لوگ ہیں، جنہیں کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔"

چنانچہ اگلی آیت میں ایسے لوگوں کے لیے بڑی کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے۔ اسی طرح حدیثِ مبارکہ ہے:

"قال النبی ﷺ من يتصبره الله، وما اعطى احد عطاء خيراً واوسع من الصبر۔ "[27]

"آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو صبر دے گا اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں۔"

صبر کے متعلق ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تکالیف پر صبر کرنے کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔

"قال رسول الله ﷺ، مايزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة فی نفسه، وولده وماله حتی يلقى الله تعالىٰ وما عليه خطيئة۔"[28]

"نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے، کبھی اس کا لڑکا مر جاتا ہے، کبھی اس کا مال تباہ ہو جاتا ہے (اور وہ ان تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کر لیتا ہے اور اس طرح اس کے قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور برائیوں سے دور ہوتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔"

توکل جیسی اعلیٰ صفت کے متعلق آنحضور ﷺ کی تعلیم ملاحظہ ہو:

"عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول، لو انكم تتوكلون على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا و تروح بطاناً۔"[29]

"حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ پر ٹھیک سے توکل کرو تو وہ تمہیں روزی دے گا، جیسے کہ چڑیوں کو روزی دیتا

ہے کہ وہ صبح کو جب روزی کی تلاش میں گھونسلوں سے روانہ ہوتی ہیں تو ان کے پیٹ پچکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو جب اپنے گھونسلوں میں آتی ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔"

مخلوق خدا کی خدمت کرنا اور ان کو ضرر دینے سے اپنے آپ کو بچانا، اس کی ترغیب کس طرح ملتی ہے۔

"عن ابی ذر قال سالت رسول اللهﷺ ای العمل افضل؟قال ایمان بالله وجهاد فی سبیله قال، قلت فای الرقاب افضل؟قال اغلاها ثمنا وانفسها عند اهلها، قلت فان لم افعل؟ قال تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت فان لم افعل، قال تدع الناس من الشر فانها صدقة تصدق بها علیٰ نفسک۔"[30]

"حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ "کون سا کام افضل اور معیاری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا کہ کس طرح کے غلاموں کو آزاد کرانا زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے غلاموں کو آزاد کرانا جن کی قیمت زیادہ ہو اور جو اپنے مالکوں کی نگاہ میں بہتر ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر میں یہ نہ کر سکوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم کسی کام کرنے والے کی مدد کرو یا اس شخص کا کام کر دو جو اپنے کام کو بہتر طریقہ پر نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ یہ بھی نہ کر سکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو تکلیف نہ دو، تو یہ تمہارا صدقہ ہو گا جس کا اجر تمہیں ملے گا۔"

توکل کے متعلق کے بارے ارشادِ ربانی ہے:

"فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔"[31]

"پس جب تم کسی کام کا پختہ ارادہ کر لو، تو اللہ پر بھروسہ کر لو۔"

توکل کی وضاحت بھی قرآن وحدیث میں جگہ جگہ کر دی گئی ہے، کہ لاپرواہی اور محنت سے جی چرانا، توکل نہیں، بلکہ توکل یہ ہے کہ آدمی اللہ کے بھروسے پر کسی کام کا آغاز کرے، اپنے جائز کاموں کے کرنے میں کسی قسم کا خوف اور ڈر پیشِ نظر نہیں لانا چاہیے۔

امام غزالیؒ[32] اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں:

"اگر تو خواہش کے سؤر کا مطیع ہے تو پلیدی، بے حیائی، لالچ، خوشامد، گندگی، دوسرے کی برائی پر خوش ہونا جیسی صفات پیدا ہوں گی اور اگر تو اس سؤر کا دبانے اور قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا تو قناعت، حیا، شرم، دانائی، پارسائی، بے طمعی اور غریبی جیسی صفات پیدا ہوں گی۔ اور اگر تو غضب کے کتے کے تابع ہو گیا تو نڈر ہونا، ناپاکی، بڑا بول بولنا، غرور و تکبر، خود نمائی، طنز و تمسخر، دوسرے کو حقیر جاننا اور لوگوں سے الجھنا اور لڑنا جیسی باتیں تیرے اندر پیدا ہو جائیں گی۔ اور اگر

تو اس کتے کو قابو میں رکھ سکا تو صبر، بردباری، درگزر، استقلال، بہادری، سکوت اور بزرگی جیسے صفات تیرے اندر نمایاں ہوں گے۔"[33]

اسلامی تعلیمات محض شخص کی انفرادیت پر غور نہیں کرتا، بلکہ اجتماعی زندگی کو سامنے رکھتا ہے، لیکن اس کا، مطلب یہ بھی نہیں کہ اجتماعیت کی آڑ میں کسی فرد کے حقوق سلب ہوں۔ گذشتہ سطور میں اسلامی تعلیمات میں سے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں، ورنہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہی پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ اہلِ عالم کے پاس اگر کوئی راستہ ہے کہ جس سے انسانیت کو کامل بھلائی حاصل ہو، تو وہ صرف اسلام ہی ہے، اور اس نے عملی طور پر دنیا کو اس کے نمونے دکھائے ہیں۔ الغرض اسلامی تعلیمات عدم تشدد ہر لحاظ سے بدھ مت اور ہندو مت کے آہنسا سے بہتر، عمدہ، عملی اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

تینوں مذاہب کے افکار کا تقابلی جائزہ

دنیا کے دگرگوں حالات کے پیشِ نظر جب امن عالم پر بحث کی جاتی ہے تو عالمی استعماری قوتیں اسلام کو ایک خونریز مذہب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حالات میں بعض دیگر مذاہب کے خود ساختہ نظریات کی پرچار کی جاتی ہے، جن میں ہندو مت اور بدھ مت کے اہنسا (عدمِ تشدد) کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے عدم تشدد اور رواداری برداشت اور صبر و استقامت کے حوالے سے جو تعلیمات پیش کی ہیں، دیگر مذاہب کے پاس اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ ہندو مت، بدھ مت یا دیگر مذاہب میں اہنسا کا جو نظریہ پیش کیا جاتا ہے، ان کا اگر جائزہ لیا جائے، تو وہ بہت سے پہلوؤں کے لحاظ سے انسانی فطرت سے ٹکراؤ کھاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے، کہ بظاہر یہ نظریات انسان کو خوشنما نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً یہ نافذ العمل ہی نہیں ہو سکتے اور بالفرض اس پر عمل درآمد شروع بھی ہو تو یہ مسائل کو ختم کرنے کے بجائے اور اضافے کا سبب ہوں گے۔ اس کے مقابلے میں اسلام ایک طرف امن و محبت، رواداری، عدل و احسان، صبر و شکر، دیانت و امانت اور اس قسم کی اعلیٰ صفات انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ اور یہ صرف الفاظ کا ہیر پھیر نہیں، بلکہ اسلام نے عملاً کر کے دکھایا ہے۔ فتحِ مکہ کے دن تمام دشمنوں کو باوجود طاقت اور اختیار کے معاف کر دینے کی عمدہ مثال نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اہم حصہ ہے۔ اس کے بعد خلافتِ راشدہ اور دیگر مسلم سلاطین کے تاریخی احوال ان کی مثالیں ہیں۔ اسلام صرف امن کی خواہش ہی نہیں رکھتا، بلکہ اسے نافذ بھی کرتا ہے اور اسے قائم بھی رکھتا اور جو لوگ اس امن عامہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں ان سے آہنی ہاتھوں نپٹنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ تا کہ دنیا میں کوئی کسی کی آزادی کو ختم کر کے انہیں اپنا غلام نہ بنائے، نہ کسی کے حقوق سلب یا غصب ہوں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بدھ مت، ہندو مت یا جین مت کی اہنسا صرف خاص لوگوں اور خاص زمانے تک ہے، جبکہ اسلامی اصول عدم

تشدد دائمی اور عالمگیر ہیں، تاکہ کوئی بھی، کسی بھی زبان و جغرافیے سے تعلق رکھنے والے اور کسی بھی زمانے میں رہنے والے ان زریں اصولِ حیات سے فائدہ اٹھا کر اپنے معاشرے کو امن و آشتی اور محبت کا گہوارہ بنا سکے۔

تجاویز و سفارشات:

- عدم تشدد کے حوالے سے اسلام اور نصرانیت کا تقابلی تحقیقی جائزہ بھی لیا جانا چاہیے۔
- جین مت نے اہنسا کے نام سے جو اصول وضع کیے تھے، ان کا اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیے۔
- ان اصول ہائے حیات نے انسانی معاشرے کو کیا فوائد اور نقصانات دیئے، ان کا ایک ناقدانہ تجزیہ کر لینا چاہیے۔
- موجودہ یہودی قوانین میں رواداری اور صبر و توکل کے اصولوں کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ ایک تقابلی اور تجزیاتی موازنہ کرنا چاہیے۔
- زرتشتیت کے عدم تشدد کے حوالے سے اسلام کے ساتھ موازنہ کرنا چاہیے۔
- کنفیوشس ازم کی تعلیمات میں اہنسا کے پرتو کا اسلامی اصولِ حیات سے ایک محققانہ جائزہ پیش کیا جائے۔
- تاؤ مت میں عدم تشدد کی تعلیمات کے بارے میں اسلام کے ساتھ تقابل کرنا چاہیے۔
- لادینی عناصر کی تعلیماتِ انسانی حقوق اور اسلام کے فلسفہ خدمتِ خلق کا ایک تجزیاتی تقابل کرنا چاہیے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ سورۃ لقمن:31/20

2۔ سورۃ الذاریٰت:51/56

3۔ سورۃ الاحزاب:33/72

4۔ حافظ محمد شارق، اسلام اور مذاہبِ عالم، علومِ اسلامیہ پروگرام، ص:88

5۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لیمٹڈ، اردو بازار، لاہور، ص:392

6۔ ایضاً

7۔ سورۃ بنی اسرائیل:17/23

8۔ سورۃ الاحزاب:33/70

9۔ سورۃ النساء:4/5

10۔ سورۃ ابراہیم:14/24

11۔ سورۃ النساء:4/63

12۔ سورۃ طٰہٰ:20/44

13۔ سورۃ بنی اسرائیل:17/28

14۔ سورۃ التوبۃ:9/119

15۔ سورۃ الفرقان:25/63

16۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب علامۃ المنافق، حدیث:34

17۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب الحذر من الغضب، حدیث:6114

18۔ البغوی، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث:5120

19۔ ایضاً، 4909

20۔ سورۃ الحجرات:49/12

21۔ القشیری، الجامع الصحیح، باب بیان غلظ تحریم، حدیث:168

22۔ ابو داؤد، السنن، باب فی الحسد، حدیث:4903

23۔ القشیری، الجامع الصحیح، باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ، حدیث:26

24۔ سورۃ النور:24/22

25۔ سورۃ البقرۃ:2/45

26۔ سورۃ البقرۃ:2/156

27۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب الاستعفاف عن المسئلۃ، حدیث:1469

28۔ الترمذی، الجامع، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، حدیث:2399

29۔ ایضاً، 2344

30۔ القشیری، الجامع الصحیح، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ، حدیث:136

31۔ سورۃ ال عمران:3/159

32۔ محمد بن محمد، غزالی، طوسی، ابو حامد صوفی اور فلسفی تھے۔ تقریباً ۲۰۰ کتابیں تصنیف کیں۔ ۴۵۰ھ بمطابق ۱۰۵۸ء طابران میں پیدا ہوئے، جو صوبہ خراسان کے طوس شہر کا مضافاتی گاؤں تھا اور اسی گاؤں میں ۵۰۵ھ کو بمطابق ۱۱۱۱ء وفات پائی۔ نیشاپور، بغداد، حجاز، شام اور مصر کے سفر کیے۔

(وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابو العباس شمس الدین احمد خلکان البرمکی الاربلی، دار صادر بیروت، 4/216)

33۔ محمد بن محمد الغزالی، امام، کیمیائے سعادت، مترجم مقبول الرحمٰن، سن طباعت ندارد، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، ص:26